تعدد ازدواج

(فرمودہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء)

۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسجد مبارک قادیان میں مولوی عبدالسلام صاحب عمر خلف حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا نکاح صغریٰ بیگم بنت حضرت میر عمر سعید صاحب حیدر آبادی سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ لے

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا۔

میں کھانسی کی وجہ سے زیادہ بول تو نہیں سکتا اور آج کل گلے کی جو حالت ہے اس کے لحاظ سے اور دوسرے اس لحاظ سے کہ جمعہ کے خطبہ کا جو اثر میری طبیعت پر پڑتا ہے اور اس سے جو کمزوری پیدا ہوتی ہے وہ دوسرے جمعہ تک پوری نہیں ہوتی کہ دوسرے جمعہ کے خطبہ کی ضرورت پیش آجاتی ہے میرے لئے بولنا مشکل ہے تاہم میں چاہتا ہوں کہ دو چار منٹ میں چند مفید باتیں جو نکاح کے مناسب حال ہوں بیان کردوں۔

جس نکاح کے اعلان کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں دوسرا نکاح ہے یعنی دوسری شادی ہے اور ہمارے ملک میں یہ رسم ہوگئی ہے کہ لوگ دوسری شادی کو جرم سمجھتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی شخص اس فعل کا مرتکب ہونے لگتا ہے تو وہ اس کے لئے بہت سے دلائل مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے دوسری شادی کی ضرورت پیش آئی ہے۔ یا اس کے دوست دوسرے دوستوں سے ذکر کرتے ہیں جس طرح یوپی میں بکرے کا گوشت کوئی شخص خریدنے جائے تو اس کے دوست آشنا اس سے پوچھنے لگ جاتے ہیں کہ

خیریت تو ہے گھر میں کوئی بیمار تو نہیں؟ اسی طرح جب کسی کی دوسری شادی کے متعلق لوگوں میں گفتگو ہوتی ہے تو بعض مسکراتے ہیں اور جو اس کے خلاف ہوتے ہیں وہ کئی قسم کی باتیں بناتے ہیں جو عقیدت مند ہوتے ہیں وہ جواز کے دلائل دینا شروع کردیتے ہیں اور بیان کرنے لگتے ہیں کہ یہ یہ وجوہات ہیں جن کے باعث دوسری شادی کی ضرورت پیش آئی ہے میں جہاں تک سمجھتا ہوں قرآن کریم میں کوئی ایسی بات نہیں جس کے لئے کسی مسلمان کو معذرت کی ضرورت پیش آئے دراصل برائی وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ برائی قرار دے اور نیکی وہ ہے جسے خدا تعالیٰ نیکی قرار دے ہم کون ہیں جو خود ایک فعل کو برائی اور دوسرے کو نیکی قرار دے لیں اور وہ بھی اس لئے کہ چند مغربی اسے برا کہتے ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ مجھے یاد ہے پہلے پہل جب میری توجہ آیت فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ [۲] کی طرف ہوئی تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا زمانہ تھا حافظ روشن علی صاحب مرحوم بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے پڑھا کرتے تھے گو ہم سبق نہیں تھے وہ منتہی تھے اور میں مبتدی لیکن بعض سبقوں میں ہم جمع ہو جایا کرتے تھے خصوصاً قرآن کریم اور بخاری کا درس ہمارا اکٹھا ہوا کرتا تھا گو ان کا ایک دور پہلے ختم ہو چکا تھا۔ بسا اوقات ہم میں قرآنی آیات کے متعلق گفتگو ہوا کرتی تھی۔ مجھے یاد ہے اس آیت کے متعلق ہماری جب گفتگو ہوتی تو میں ان سے ذکر کرتا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے تو دو دو تین تین چار چار شادیاں اصلی معلوم ہوتی ہیں یعنی یہ کہ دو تین یا چار شادیاں کرنی چاہئیں اور اِنْ خِفْتُمْ کے ساتھ وَاحِدَةً آیا ہے۔ یعنی پہلا اصل زیادہ شادیاں کرنے کا ہے اس کے بعد یہ حکم ہے کہ اگر تم زیادہ نہیں کرسکتے تو ایک کرو اور جس چیز کو شریعت نے مقدم رکھا ہے۔ اس کو ہم مؤخر کیوں کریں اور ایک اصل کو محض یہ سمجھ کر کہ موجودہ زمانہ میں اس کی استثنائی صورتیں زیادہ ہیں کیوں چھوڑیں۔ مثلاً شریعت نے حج کا حکم دیا ہے لیکن اس کے ساتھ جو شرائط رکھی ہیں ان کے مطابق سو (۱۰۰) اشخاص میں سے ایک ہی حج کو جاسکتا ہے پھر دوری مسافت اور اسی قسم کی اور باتوں کو دیکھا جائے تو ہزاروں میں سے ایک شخص جاسکتا ہے اگر ہزار میں سے ایک شخص حج کو جائے تو ایک لاکھ میں سے سو جاتا ہے اور ایک کروڑ میں سے دس ہزار جاتا ہے اور آٹھ کروڑ میں سے (۸۰) اسی ہزار جاتا ہے مگر اب جو لوگ حج کو جاتے ہیں ان کی تعداد اتنی نہیں ہوتی۔ حج کو جانے والوں کی تعداد عام طور پر اوسط تعداد آٹھ یا دس ہزار ہوتی ہے لیکن کتنے

ہیں جن پر حج فرض ہوتا ہے لیکن وہ حج کو نہیں جاتے اور جو حج کو جاتے ہیں ان میں سے عموماً صرف دو فی صدی پر حج فرض ہوتا ہے۔ اگر وہ لوگ جن پر حج فرض ہے حج کو جائیں اور لوگوں کی اوسط عمر ۳۰ سال رکھی جائے تو تیس سال میں سے پندرہ سال بچپن اور بڑھاپے میں گزر جاتے ہیں باقی پندرہ سالوں کو اگر کاموں پر تقسیم کیا جائے تو پانچ چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے جس میں وہ حج کو جاسکتے ہیں اگر وہ لوگ جن پر حج فرض ہوتا ہے حج کو جائیں اور ان مسلمانوں کو منہا کردیا جائے جو یونہی مانگتے ہوئے اور پھرتے پھراتے چلے جاتے ہیں تو جو حاجیوں کی تعداد اب جاتی ہے وہی پھر جائے۔ اگر ملک کی مالی حالت اچھی ہو جائے اور فرض کرو (۱۰۰) سو میں سے ایک شخص حج کو جانے لگے تو آٹھ کروڑ میں سے آٹھ لاکھ جائے گا اور اگر ایک نسل کا زمانہ پچاس سال رکھا جائے تو پچاس سال میں آٹھ لاکھ جائے گا مگر ظاہر ہے کہ (۱۰۰) سو میں سے ایک کے حج کو جانے کی وجہ سے حج کے حکم میں کمزوری واقع نہیں ہو جاتی۔ بوجہ اس کے کہ مستثنیات زیادہ ہیں۔ حکم کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ مستثنیات کم ہوں لوگ محض مستثنیات کی اکثریت کو دیکھ کر خیال کر لیتے ہیں کہ یہ کوئی حکم نہیں یا یہ کوئی نیکی نہیں یہ تو مرنج چیز نہیں جیسا کہ میں نے حج کی مثال دی ہے وہی آج کل جہاد کی مثال ہے۔ تلوار کے ساتھ جہاد کا حکم آج کل بالکل اُڑ گیا ہے جن لوگوں کے ہاتھ میں تلواریں تھیں انہوں نے تلواریں پھینک دی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاد کا حکم ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گیا ہے۔

اصل وجہ یہ ہے کہ یورپ کے اعتراضات سے لوگ گھبراتے ہیں اور تعدد ازدواج کے بارے میں تو معترضین کو خصوصاً عورتوں سے مدد مل جاتی ہے۔ غیر تو غیر ہماری جماعت میں بھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں خود قادیان میں ایسی مثالیں موجود ہیں لوگ ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں، بغل گیر ہوتے ہیں، تمام امور میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن اس طرف نظر نہیں کرتے کہ ایک شخص دو بیویوں میں انصاف نہ کرتا ہوا نیکی کو چھوڑ کر جہنم کے راستے پر جا رہا ہے اور اسے اصلاح کی طرف توجہ نہیں دلاتے۔ اگر عورتوں سے ناانصافی کے متعلق عورتوں کی زبان بند رہے تو تعدد ازدواج کے مخالفین کی مخالفت خود بخود جاتی رہے۔ اور میں سمجھتا ہوں آدھا حملہ دشمن کا باطل ہو جائے بلکہ نوے فی صدی حملہ جاتا رہے۔ لیکن جب تک عورت فریاد کرتی رہے اور وہ مظلوم سمجھی جائے اس وقت تک تعدد ازدواج کی مخالفت کو دبانا مشکل ہے لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ تعدد ازدواج کی اجازت میں نقص ہے بلکہ یہ ہیں

کہ اس پر عمل کرنے والوں کی کوتاہی ہے۔

کونسا اسلامی حکم ایسا ہے جس پر یورپ والوں نے حملہ نہیں کیا اور اس پر اعتراض نہیں کئے۔ انہوں نے حملے کئے مگر منہ کی کھائی پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان سے ڈر کر اسلام کے کسی حکم کو چھپائیں یا اسے ناقابل عمل سمجھیں۔

میں ذکر کر رہا تھا کہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم سے اس آیت کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ان کی طبیعت میں مذاق تھا وہ عموماً بات کو واضح کرانے کے لئے اعتراض کر دیتے اور ہم عموماً اس مسجد کی چھت پر کٹہرے میں جو سیڑھیوں کے ساتھ ہے کھڑے کھڑے گفتگو کیا کرتے تھے۔ وہ اعتراض کرتے اور میں جواب دیتا۔ آخر ہماری گفتگو کا خاتمہ ان کے اس فقرہ پر ہوتا کہ اچھا آپ اس بات کا جو مفہوم سمجھتے ہیں اس پر عمل کریں۔ اور میں کہتا وقت آنے پر میں اس پر عمل کر کے دکھاؤں گا۔

تو شریعت نے ہمارے لئے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے بلکہ قرآن کریم میں جہاں شادی کا ذکر آتا ہے وہاں ایک سے زیادہ شادیوں کو ایک رنگ میں ترجیح دی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں مگر آپ نے کبھی کوئی وجہ پیش نہیں کی یہ تو ہم آج وجوہات پیش کرتے ہیں جبکہ نادان آپ کی شادیوں پر اعتراض کرتے ہیں ورنہ ہمارے لئے یہی حکمت سب سے بڑی ہے کہ ہماری شریعت میں اس کا حکم ہے۔ یوں بھی لوگ حکمتیں نکال لیتے ہیں لیکن وہ ضمنی چیز ہے اصل مقصود نہیں۔ شادی سے اصل مقصود تو یہ ہے کہ مؤمنوں میں زیادتی ہو اور جب تعدد ازدواج کے ذریعہ ہم نسل میں اضافہ کرتے ہیں اور ان کی پرورش کا سامان بھی مہیا ہوتا ہے تو اس طرح امت محمدیہ بڑھتی ہے۔ اس طرح اگر ہم دس نسلیں یا بیس نسلیں بڑھاتے ہیں اور ان کے لئے سامان بھی مہیا ہوتا ہے تو یہ نسلیں امت محمدیہ کو ہی بڑھاتی ہیں اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ۔ [۳] یعنی شادیاں کرو ان عورتوں سے جو محبت کرنے والی ہوں اور بہت بچے جننے والی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ہماری شادیوں کی تجویز فرمائی تو سب سے پہلے یہ سوال کرتے کہ فلاں صاحب کے ہاں کتنی اولاد ہے، وہ کتنے بھائی ہیں، آگے ان کی کتنی اولاد ہے؟

مجھے یاد ہے کہ جس جگہ میاں بشیر احمد صاحب کی شادی کی تحریک ہوئی اس کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ اس خاندان کی کس قدر اولاد ہے اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ سات لڑکے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام باتوں پر غور کرنے سے پہلے فرمانے لگے کہ بہت اچھا ہے۔ یہیں شادی کی جائے۔ میری اور میاں بشیر احمد صاحب کی شادی کی تجویز اکٹھی ہی ہوئی تھی ہم دونوں کی شادی کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی دریافت فرمایا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں ان کے ہاں کتنی اولاد ہے کتنے لڑکے ہیں، کتنے بھائی ہیں تو جہاں آپ نے اور باتوں کو دیکھا وہاں ولودا کو مقدم رکھا۔ اب بھی بعض لوگ جو مجھ سے مشورہ لیتے ہیں میں ان کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ یہ دیکھو جہاں رشتے تجویز ہوئے ہیں ان کے ہاں کتنی اولاد ہے۔

پس جب شادی کا ایک اہم مقصد اولاد پیدا کرنا ہے اور تعدد ازدواج سے اولاد میں اضافہ ہوتا ہے تو پھر اس پر اعتراض کیا ہو سکتا ہے۔ اصل چیز جس پر زور دینے کی ضرورت ہے وہ انصاف ہے۔ اگر تعدد ازدواج میں انصاف کو قائم رکھا جائے اور کوئی مستثنیات مجبوری کی نہ ہوں تو اکثریت بے شک ایک سے زیادہ شادیاں کریں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اتنی لڑکیاں کہاں سے آئیں گی مگر ان کا یہ خیال غلط ہے اگر اپنے ہاں لڑکیاں کم بھی ہو جائیں تو اور ملکوں سے آنے لگ جاتی ہیں۔

کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ دو دو سال تک لوگ امور عامہ میں خط لکھتے ہیں اور رشتہ تلاش کرتے رہتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ کوئی رشتہ ملتا نہیں لیکن اس دوران میں بعض دوسرے لوگ آکر رشتہ کا انتظام کر لیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حسن انتظام نہیں۔ ایک طرف محکمہ سستی کرتا ہے اور دوسری طرف خود لوگ غفلت کرتے ہیں ورنہ رشتے موجود ہوتے ہیں جن کا پتہ نہیں لگایا جاتا۔ میں نے محکمہ والوں کو ہدایت کی ہوئی ہے کہ بیت المال کے انسپکٹروں اور دعوت و تبلیغ کے مبلغین کے ذریعہ جو جگہ جگہ دورہ کرتے رہتے ہیں یہ کام نہایت سہولت سے ہو سکتا ہے۔ اگر اس قسم کی مشکلات موجود ہیں تو یہ محض انتظام کا نقص ہے ورنہ یہ قانون قدرت ہے اور اس کے لئے خود بخود ایسے سامان مہیا ہو جاتے ہیں کہ لڑکے اور لڑکیوں کا توازن درست رہتا ہے۔ جس صورت میں توازن درست نہیں رہتا وہ عورتوں کی کثرت ہوتی ہے اس کا علاج بھی اسلام نے ہی کیا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کی جائیں۔ حال ہی میں ہمارے ہنگری کے مبلغ عورتوں کے ایک مجمع میں کثرت ازدواج کے مسئلہ پر بحث کر رہے تھے

اور انہیں کہہ رہے تھے کہ تم اتنی عورتیں ہو بتاؤ تم میں سے کتنی شادی شدہ ہیں اگر تم اسلام کی تعلیم پر عمل کرو تو تمہاری زندگی سدھر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا اگرچہ زبان سے ہم اقرار نہ کریں مگر دل سے ہم یہ محسوس کرتی ہیں کہ تعددازدواج کے متعلق اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے ہماری زندگیاں سدھر سکتی ہیں اور اگر ملک میں یہ قانون رائج ہو جائے تو بے شمار نقائص دور ہو سکتے ہیں۔

میں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے کہ خلفاء میں سے ایک بھی نہیں جن کی ایک بیوی ہو یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، اور حضرت علیؓ سب نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ پانچویں خلیفہ جن کی خلافت مشتبہ ہے اور جنہیں اس لئے خلیفہ تصور نہیں کیا جاتا کہ اگر وہ اصل میں خلیفہ ہوتے تو خلافت سے خودبخود دستبردار نہ ہوتے۔ ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بہت زیادہ شادیاں کیں۔ ایک دفعہ مجھے کسی نے بتایا کہ مولوی محمد علی صاحب نے میری ایک شادی پر اعتراض کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ہاں تو اولاد نہیں ہوتی تھی اس لئے انہوں نے زیادہ شادیاں کی تھیں۔ میں نے کہا کیا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاں بھی اولاد نہیں ہوتی تھی کہ انہوں نے زیادہ شادیاں کیں؟ پھر حضرت امام حسنؓ جن کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ خلیفہ تھے حالانکہ انہوں نے خلافت کو خود ترک کیا اگر فی الواقع خلیفہ ہوتے تو ایسا نہ کرتے ان کی تو اتنی شادیاں بتائی جاتی ہیں کہ ان کے جواز کے لئے کئی وجوہات پیش کی جاتی ہیں۔ حضرت خلیفہ اول کا خیال تھا کہ چار سے زیادہ شادیاں کی جاسکتی ہیں۔ میر محمد اسحٰق صاحب ایک دن میرے پاس دوڑے دوڑے آئے۔ ان کی طرز رفتار ایسی تھی کہ گویا کوئی معرکہ سر کر کے آئے ہیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ چار سے زیادہ شادیاں کی جاسکتی ہیں اور ایک حدیث نکل آئی ہے۔ چنانچہ ان کی بغل میں حدیث کی کتاب تھی اور اس میں کاغذ بطور نشان بھی رکھا ہوا تھا اس میں حضرت امام حسن کی بہت سی شادیوں کا ذکر تھا۔ ہمیں اس وقت اتنا علم نہیں تھا کہ اس حدیث پر بحث کرتے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر ہوگی میں نے کہا کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حدیثوں کا علم نہیں؟ کہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نہیں کی جاسکتیں آپ کے سامنے یہ حدیث پیش کی جائے۔ اس پر میر محمد اسحٰق صاحب کتاب لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حوالہ پیش کیا لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد

واپس آئے تو میں نے دیکھا کہ سرنیچا کیا ہوا ہے اور اس کوشش میں ہیں کہ اگر مجھ سے بچ کر نکل سکیں تو نکل جائیں۔ چونکہ میں انہی کے انتظار میں وہاں کھڑا تھا کہ دیکھوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا جواب لاتے ہیں۔ میں دوڑ کران کے پاس گیا اور پوچھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا فرمایا ہے؟ کہنے لگے فرماتے ہیں یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ سب بیویاں ایک وقت میں زندہ تھیں۔

غرض ایک شادی تو استثنائی صورت ہے اور ایک سے زیادہ شادیاں بطور قانون ہیں۔

بے شک ہمارے ملک میں غربت کی حالت ہے لیکن غربت کے ہوتے ہوئے بھی ایک سے زیادہ شادیاں ہوسکتی ہیں اور امن کی زندگی بسر کی جاسکتی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ زندگیاں مغربی طرز اختیار کرتی جارہی ہیں اور آمدنیاں کم ہیں۔ مثنوی رومی والے نے لکھا ہے کہ ایک شخص جب اپنے دوستوں کے ہاں جاتا اور دوست اسے کہتا کہ کھانا کھالو تو وہ کہتا کیا کھاؤں ناک تک پیٹ بھرا ہوا ہے۔ ابھی ابھی دنبے کا پلاؤ کھا کر آیا ہوں۔ دیکھیں ابھی تک چربی مونچھوں کو لگی ہوئی ہے۔ کبھی کہتا تنجن کھا کر آیا ہوں اور دیکھئے چکنائی لبوں سے نہیں اتری۔ کچھ عرصہ تک وہ اس قسم کی باتیں کرتا رہا ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے دوست اس کی بیٹھک میں جمع تھے اچانک اس کا لڑکا دوڑتا ہوا آیا اور آکر کہنے لگا۔ ابا جان دنبے کی وہ چربی جو آپ مونچھوں پر ملا کرتے تھے چیل اٹھا کر لے گئی ہے اس پر اس کا سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ [۷] تو یہاں بھی یہی حال ہے۔ لوگوں کی زندگیاں تو مغربی طریق پر ہیں اور خیالات وہی پرانے ہیں۔ اس مجموعے سے ان کے دو کشتیوں میں پاؤں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ ورنہ قانون قدرت نے کوئی مشکلات پیدا نہیں کیں۔ بعض اسلامی علاقوں میں مثلاً تبت وغیرہ کی طرف عام طور پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا مالدار ہے کیونکہ اس کے گھر میں فلاں جنس بھری پڑی ہے، اس کی اتنی بھینسیں ہیں، اتنے چوپائے ہیں غرض وہاں ان چیزوں کو دولت سمجھا جاتا ہے۔ بعض اور علاقوں میں مثلاً افغانستان کی سرحد پر کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا دولت مند ہے اس کی چار بیویاں ہیں تو بعض علاقوں میں بیویاں بھی دولت سمجھی جاتی ہیں کیونکہ وہ بھی کھیتی باڑی کا اور دوسرا کام کرتی ہیں اور اس طرح آمدنی بڑھتی ہے۔ ہاں جو غیر مسلم ہیں وہ بھی مسلمانوں کے اثر کے ماتحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں اور چار سے بھی زیادہ کرلیتے ہیں۔ اور ہندوستان میں نوابوں اور راجوں کے ہاں تو بیویوں کی کوئی حد بندی ہی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر ملک

کے تمدن کے فرق کے ساتھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ورنہ درحقیقت کوئی وجہ نہیں کہ غربت میں بھی تعددِ ازدواج کی وجہ سے کوئی دقت پیدا ہو۔

(الفضل ۲۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۴ تا ۶)

۱ الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۳۶ء

۲ النساء : ۴

۳ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۸ء

۴ مثنوی رومی مترجم مولوی فیروز الدین دفتر سوم صفحہ ۷۶، ۷۷ مطبوعہ ۱۹۲۹ء